

التفسير: مجلس تفسیر، کراچی جلد: ۱۰، شمارہ: ۲۷، جنوری تا جون ۲۰۱۶ء

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

غلام محمد

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

The life of the Holy Prophet Hazrat Muhammad (peace be upon him) is a source of Islamic jurisprudence after Quran. It includes his sayings as well as his actions. The biography of the prophet is a model of human excellence and Uswa-e-Hasana i.e. the practical aspect of Shariah to follow for every Muslim man and woman. The biography of Holy Prophet is a part of Muslim history it is not merely mystery as most of religions shows their religious personalities. The Holy Prophet is also well known for his efforts for the unity of the society. His accord with tribes of Yathrib (Madina) also includes Jewish tribes as well. Due to his efforts the civil war among two tribes of Aus and Khizrij came to an end with such a peaceful manner that they were termed as brothers in Quran. This article contains the teachings of Islam and the Prophet of Islam about unity.

Key Words: Seerah, Unity, society

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد بین المسلمین انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ درحقیقت امت مسلمہ کی سر بلندی کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے ارشادات میں اس کی ضرورت اور اہمیت کے اجاگر ہونے کے ساتھ آپ ﷺ کی سیاسی، ثقافتی اور سماجی کوششوں کی روشنی میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس دور کے عرب معاشرے میں اتحاد کے بہت بڑے علمبردار کے طور پر شمار ہوتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی بعثت سے پہلے ہی اتحاد کے لیے کام کرتے رہیں اور کئی مواقع پر آپ ﷺ کی ذات اقدس جنگ و جدال کو ٹالنے کا موجب بنی جس کی کئی مثالیں ہمیں تاریخ میں مل جاتی ہیں۔

مدینہ میں مختلف اقوام اور مذاہب کے پیروکار آباد تھے۔ ان کے ساتھ بقائے باہمی کے تحت زندگی گزارنا پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے ضروری تھا اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ بھی کیا۔ جبکہ مسلمانوں کے اتحاد کے لیے بھی آپ نے اس کام کو دوسرے امور پر فوقیت دیتے ہوئے عملی قدم اٹھایا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ مدینہ کے نئے مسلمانوں میں ابھی تک قبائلی عصبیتیں موجود تھیں اور مسلمان ہوئے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اتنی قلیل مدت میں ساہا سال سے

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

ان کے درمیان جاری رہنے والی چپقلشوں کا ایک دم خاتمہ ممکن نہیں تھا اسی لیے آپ ﷺ نے عملی طور پر انہیں ایک دوسرے کے بھائی بننے کی تلقین کی۔ اس سماج میں اتحاد کی فضا کو قائم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے جو اقدامات اٹھائے ان کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

مواخات برائے وحدت

مدینہ آمد کے فوراً بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے تاریخ انسانیت کا تابناک کارنامہ انجام دیا۔ مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم کرنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ کی فضا قائم کی جسے اسلامی تاریخ میں ”عقد مواخات“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسلامی اخوت کا ایک اہم مظہر مواخات ہے جس کا تذکرہ سیرت کی عام کتب میں ملتا ہے۔ عام طور پر مواخات کا ذکر اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ یہ محض انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں ان دونوں طبقوں کے درمیان گہرا رشتہ ”اُخوت استوار ہو گیا تھا۔ ہمارے بعض سیرت نگار حضرات نے اس کے معاشی (مہاجرین کی مالی حالت کو سنوارنے) و تربیتی (انصار کی تربیت کے) پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے عمل مواخات میں ملحوظ رکھا تھا۔ لیکن اگر مواخات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور ان حالات و اسباب کے پس منظر میں اس پر سوچ بچار کی جائے جن میں یہ عمل وجود پذیر ہوا تھا تو اور بہت سے دوسرے پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی فکر و بصیرت میں کس قدر وسعت و گہرائی تھی۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی میں مواخات کا عمل دو مرتبہ پیش آیا۔ پہلی مرتبہ مواخات مکہ مکرمہ میں کرائی گئی، یہ مواخات ان لوگوں کے درمیان کرائی گئی تھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، ان میں زیادہ تر لوگ مکہ مکرمہ ہی کے رہنے والے تھے لیکن کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو حبشہ، فارس اور دیگر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔

مکی زندگی میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا خواہ ان کا تعلق سرزمین مکہ سے تھا یا بیرون مکہ سے، وہ مختلف قبائل اور گھرانوں کے ایک ایک دو دو افراد تھے۔ ان میں صاحب ثروت بھی تھے اور غریب و نادار بھی، قریش جیسے سیاسی و معاشی طور پر مستحکم قبیلہ کے لوگ بھی تھے اور دیگر نسبتاً کمزور قبائل کے لوگ بھی تھے چونکہ وہ مختلف قبائل کے چند گئے چنے لوگ تھے اس لیے انہیں حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے خمیازہ کے طور پر اپنے ہی خاندان کی دشمنی مول لینا پڑی تھی۔ اپنے گھر والے ہی منہ موڑ لیتے تھے اور رشتہ دار اور احباب نہ صرف قطع تعلق کر لیتے بلکہ سخت رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے خلاف ظالمانہ کاروائیاں کرنے لگتے تھے۔ قبائلی نظام میں خاندان کی سرپرستی اور ضمانت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ سرپرستی اور تحفظ کی ضمانت ختم ہو جائے تو اس سے جو خلا پیدا ہوتا ہے یا عدم تحفظ کا جو احساس ابھرتا ہے وہ بہت سے معاشرتی مسائل پیدا کرتا ہے۔ اس صورت حال میں یہ لوگ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے تھے۔ مصائب و ابتلاء کے دور میں یہ احساس شدت سے ابھر رہا تھا کہ کوئی ان کا قریبی دوست ایسا ہوتا جس سے وہ حالی دل بیان کر سکیں، کوئی ایسا شریک غم ہوتا جس کے سامنے اپنے غم کو ہلکا کر سکیں۔ خونی رشتوں کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے جس انس و محبت اور تعلق کے فقدان کا احساس ہو رہا تھا وہ کسی طرح ختم ہو جائے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

یہ ایک معاشرتی مسئلہ تھا جسے حل کرنا ضروری تھا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا مسئلہ بھی درپیش تھا جو اس سے بھی زیادہ اہم تھا۔ وہ مسئلہ ان غلاموں کی تعلیم و تربیت کا تھا جو اسلام قبول کر کے مسلم معاشرہ کا حصہ بن گئے تھے لیکن علمی اور فکری طور پر بہت پیچھے تھے ان کی ذہنی سطح بھی بہت پست تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں معاشرہ میں کبھی بھی انسانیت کے مقام پر فائز نہیں سمجھا گیا تھا، نہ انہیں کبھی ایسے مواقع ہی مہیا کیے گئے تھے جس میں وہ علم و تربیت کی طرف متوجہ ہو سکتے۔ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ غلاموں کی تمام صلاحیتوں کو اُجاگر کر کے انہیں معاشرہ میں انسانیت کے قابل احترام پر لایا جائے تاکہ ان کی ان صلاحیتوں سے معاشرہ کو استفادہ کا موقع ملے جو اللہ نے ان میں ودیعت کر رکھی ہیں۔ بقول البلاذری کے:

”رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلام قبول کر نیوالے بھائیوں کے درمیان

مواخات کرائی۔“ (۱)

محمد بن حبیب نے مکہ مکرمہ کی مواخات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”بین اصحابہ المهاجرین قبل الهجرة و کان اخي بينهم على الحق والمواساة

وذلك بمكة“ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے باہمی ہمدردی و تعاون کی بنیاد پر مواخات کرائی اور یہ مکہ مکرمہ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ دوسری مرتبہ مواخات مدینہ منورہ میں ہجرت کے تقریباً پانچ ماہ بعد انصار و مہاجرین کے مابین کرائی گئی۔ اس مواخات کا آغاز انس بن مالک کے گھر سے ہوا۔ اس میں اُن انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنایا گیا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا چنانچہ جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے رسول اللہ ﷺ کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا دیتے۔ مورخین اور سیرت نگار ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین کا ذکر کرتے ہیں جنہیں اتنے ہی انصار کے ساتھ اس رشتہ میں وابستہ کر دیا گیا، اس طرح تقریباً ۵۰ مہاجر خاندان ۵۰ انصار خاندانوں کے ساتھ رشتہ مواخات میں منسلک ہو گئے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین اور ۴۵ یا ۵۰ انصار وہ تھے جن کے درمیان اجتماعی طور پر انس بن مالک کے گھر میں مواخات کرائی گئی۔ بعد میں چند گئے بچے خاندان آتے رہے اور ان کے درمیان بھی یہ عمل کرایا جاتا رہا، اس لیے کہ تاریخ و سیرت کی کتب میں اس سے کہیں زیادہ اسمائے گرامی ملتے ہیں جن کے مابین مواخات کرائی گئی تھی۔ (۳)

اس پیمان نامے کو اصحاب رسول ﷺ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ حضرت عمر کے دور حکومت میں حضرت بلال شام کی طرف جہاد کی خاطر جا رہے تھے تو حضرت عمر نے پوچھا اپنا حق کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو تو بلال نے کہا:

”میں ابواویہ عبداللہ بن عبدالرحمن اُثمی کو دے رہا ہوں چونکہ میں ان سیاست اُثمت کے احترام کی

خاطر جسے رسول خدا ﷺ نے قائم کی تھی ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔“ (۴)

بعض محققین کا کہنا ہے کہ مسلمانوں میں اس اُثمت اور برادری کے رشتے نے اتنا اثر دکھایا کہ بعض مسلمان اس کو اپنی خونی رشتہ داری پر ترجیح دیتے تھے۔ جس وقت بنی نظیر کے غنائم کی تقسیم ہو رہی تھی تو پیغمبر اکرم ﷺ نے انصار سے کہا کہ:

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

”اگر مہاجرین کو حصہ دار بنانا چاہتے ہو تو کوئی مانع نہیں یہ سب آپ لوگوں کی ملکیت ہے دینے اور نہ دینے میں آپ لوگ مختار ہیں۔ اس وقت انصار نے کہا کہ ہم پورا مال غنیمت اپنے مہاجر بھائیوں کو بخشے ہیں اور انہیں اپنے ذاتی اموال میں بھی حصہ دار بنارہے ہیں۔“ (۵)

مواخات کے رشتہ کا بظاہر مطلب یہ نکلتا ہے کہ بے خانماں مہاجرین کی رہائش کا چند روزہ انتظام ہو جائے۔ لیکن دراصل اس کا مقصد یہ تھا کہ انصار تربیت یافتہ مہاجرین کی صحبت سے مستفید ہوں اور انہیوں کی طرح رہنے کے بجائے دونوں شہروں کے باشندے شیر و شکر ہو کر ایک متحد قوم بنیں۔ اس دانائی اور سادگی کے طریقے سے اس سلطنت کی بنیاد پڑی جس نے بعد میں تین بڑی ہمسایہ طاقتوں کے پرزے پرزے کر ڈالے۔

میثاق مدینہ

مدینہ آمد کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے جو دوسرا قدم اٹھایا وہ شہر کا تحفظ اور بقائے باہمی کا تصور تھا۔ مدینہ میں یہود کے دس قبائل آباد تھے، ان کے باہمی جھگڑوں اور تنازعات کی وجہ سے مدینہ کا شیرازہ بکھر گیا تھا اور وہ امن و سکون کے متلاشی تھے، لیکن امن کی راہ میں قبائلی عصبیت و منافرت اور قدیم مروجہ قبائلی نظام اہم رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ یہ پیغمبر اکرم ﷺ کی حکمت و بصیرت ہی تھی کہ آپ ﷺ نے اس منتشر قوم کے سامنے پہلی مرتبہ مشورہ قوم کا تصور دیا، شہریوں کے حقوق و فرائض کی نشاندہی فرمائی۔ ان کے قدیم مروجہ قبائلی نظام کو برقرار رکھتے ہوئے مدینہ میں ایک اُمت اور ایک ملت کی تجویز رکھی۔ مذہبی آزادی اور قبائل کے داخلی کلی اختیار کے ساتھ بیرونی حملوں کی مدافعت اور باہمی اختلافات کے تصفیہ کی بنیاد پر ان سارے قبائل کو متحد فرمایا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک کے والد کے مکان پر سارے مسلم و غیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا اجتماع ہوا اور آپ ﷺ کی تجویز پر سارے قبائل بیرونی حملوں کے دفاع اور اندرونی مسائل کی یکسوئی کے لئے ایک چھوٹی سی ریاست کی تشکیل پر متفق ہو گئے اور سب نے بالالافاق نبی اکرم ﷺ کو جدید ریاست کا حاکم اعلیٰ منتخب کیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے ایک تحریری قانون و دستاویز کو مدون فرمایا، جس کو ساری دنیا ”میثاق مدینہ“ کے نام سے جانتی ہے۔ (۶) میثاق مدینہ کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس معاہدے کے دو حصے نظر آتے ہیں۔ پہلے کا تعلق انصار و مہاجرین سے ہے۔ اس کے اہم نکات یہ ہیں:

- i۔ تمام مسلمان اپنے آپ کو رضا کار سمجھیں گے۔
- ii۔ مسلمان آپس میں امن و اتحاد قائم رکھیں گے جو اسلام کی بنیاد ہے۔
- iii۔ اگر ان میں کوئی اختلاف ہو تو آنحضرت ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کریں گے
- iv۔ مسلمانوں کے مختلف عناصر کو حقوق و فرائض کے لحاظ سے مساوی سمجھا جائے گا۔
- v۔ فوجی خدمت سب کے لیے ضروری ہوگی۔
- vi۔ قریش مکہ کو پناہ نہیں دی جائے گی۔
- vii۔ تمام مہاجرین کو ہر معاملات میں ایک قبیلہ کی حیثیت دی گئی جبکہ اس منشور کی روشنی میں انصار کے قبائل کو اسی شکل میں تسلیم کیا گیا۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

viii- تمام معاملات کے لیے اور آپس میں اختلافات کے لیے آنحضرت ﷺ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ (۷)

دوسرے حصے کا تعلق یہودیوں کے تینوں قبائل سے تھا جس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

i- مدینہ میں رہتے ہوئے یہودیوں کو مذہبی آزادی ہوگی۔

ii- مدینہ کا دفاع جس طرح مسلمانوں پر لازم ہے اسی طرح یہودی بھی اسے اپنی ذمہ داری سمجھیں گے۔

iii- بیرونی حملے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ ساتھ متحد ہو کر مدینہ کے دفاع میں حصہ لیں گے۔

iv- ہر قاتل سزا کا مستحق ہوگا۔

v- مسلمانوں کے قتل ناحق پر اگر وٹارضا مندی سے خوں بہا لینے پر آمادہ نہ ہوں تو قاتل کو جلا دے کے حوالے کیا جائے گا۔

vi- تمدنی و ثقافتی معاملات میں یہودیوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

vii- یہودی اور مسلمان ایک دوسرے کے حلیف ہوں گے۔ کسی سے لڑائی اور صلح کی صورت میں دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

viii- مسلمانوں پر جارحانہ حملے کی صورت میں یہودی مسلمانوں اور یہودیوں پر حملے کی صورت میں مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔

ix- قریش یا ان کے حلیف قبائل کی یہودی مدد نہیں کریں گے۔

x- یہودی اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کے اختلافات کی صورت میں عدالت آنحضرت ﷺ کی ہوگی اور ان کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

xi- اسلامی ریاست کی سربراہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہوگی اور یہودی بھی آپ کی قیادت و سیادت تسلیم کریں گے۔ اس طریقے سے آنحضرت ﷺ مسلمان اور یہودیوں کی متحدہ افواج کے سربراہ بھی ہوں گے۔

xii- ان کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

xiii- شہر مدینہ میں ایک دوسرے فریق کے ساتھ جنگ کرنا حرام ہوگا۔ (۸)

اسلامی ریاست میں یہ پہلا تحریری معاہدہ تھا جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرے میں ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے پر کاربند رہتے ہوئے آزادی کا حق حاصل ہوا۔ یہودیوں کی مدینہ کی سیاست و قیادت کا خاتمہ ہوا اور اسلام کا غلبہ ہونے لگا۔ یہودیوں کے آنحضرت ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرنے سے مسلمانوں کی سیاست پر بڑا اہم اثر پڑا۔ مسلمانوں مورخین کے مطابق میثاق مدینہ کو بجا طور پر تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک جامع دستور ہے جو ریاست مدینہ کا آئین تھا۔ اس معاہدے کی ۴۷ دفعات تھیں۔ یہ معاہدہ اور تحریری دستور مدینہ کے قبائل (بشمول یہود و نصاریٰ) کے درمیان جنگ نہ کرنے کا بھی عہد تھا۔ (۹) معاہدے کا بکثرت ثبوت پوری تفصیل کے ساتھ کتب تواریخ میں ملتا ہے مگر اس کے باوجود مغربی مصنفین اسے نظر انداز کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

قوم پرستی کی مذمت کرنا

مسلمانوں میں وحدت کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے پیغمبر اکرم ﷺ کے اقدامات میں سے ایک قوم پرستی اور نسلی تعصب کو رد کرنا بھی ہے۔ اسلام کے ظہور کے وقت عربوں میں قبائلی اور نسلی تعصب اپنی انتہائی حدود کو چھو رہا تھا جس کے خلاف اسلام

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

نے بھرپور انداز میں مقابلہ کیا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (١٠)

”لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔“

ان تمام قومی، نسلی اور قبائلی تعصبات کو مٹاتے ہوئے زید ابن حارثہؓ کو سپاہ اسلام کا کمانڈر مقرر کیا، بلال حبشیؓ کو مؤذن مقرر کیا اور فارس سے تعلق رکھنے والا سلمان فارسیؓ کو خاص احترام سے نواز تا کہ مسلمانوں میں نسلی تفریق کا خاتمہ ہو اور الہی معیارات کے مطابق اجتماعی معاملات میں آگے بڑھیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے کئی مرتبہ یہ اعلان فرمایا کہ میرے نزدیک قریش کا سردار اور حبشہ کا غلام یکساں مقام اور منزلت کا حامل ہے۔ بنا برائیں کہا جاسکتا ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات اور ان کی سیرت وحدت کا عظیم سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

ايها الناس ان ربكم واحد وان اباكم واحد، كلکم لادم و آدم من تراب (ان اکرمکم

عند الله اتقاکم) و ليس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوى (۱۱)

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارے آباؤ اجداد بھی ایک ہیں تم سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے خلق ہوا ہے تم میں وہی صاحب کرامت ہے جو صاحب تقویٰ ہے اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں مگر ہے تو تقویٰ کی بنیاد پر۔

اس کے علاوہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایسے افراد کو جو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے تھے، کی انتہائی سخت الفاظ میں مذمت کی اور ان کے اس عمل کو بے کار اور بے قیمت کہا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”جو لوگ اپنے گزروں پر فخر کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ اس عمل کو ترک کریں وہ لوگ جہنم کے ایندھن کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔“ (۱۲)

جنگ اُحد میں حضرت سلمان فارسیؓ نے دشمن کے ایک فرد پر کاری ضرب لگانے کے بعد بظاہر غرور کے عالم میں کہا: ”خذھا وانا الغلام الفارس“ یعنی یہ ضربت صرف ایک فارسی جوان ہی لگا سکتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جب یہ جملہ سنا تو آپ کو فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں قومی اور نسلی عصبیت سر نہ اٹھالے اسی لیے آپ نے سلمان فارسیؓ سے کہا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں ایک انصاری جوان ہوں۔ (۱۳)

اس اہم مرحلے پر پیغمبر اکرم ﷺ یہ محسوس کرنے لگے کہ ایک چھوٹی سی غلطی مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کر سکتی ہے اسی لیے آپ نے فوراً ان کی اصلاح فرمائی۔ یہ عمل آج کے مسلمانوں کے لیے بھی ایک درس ہے۔ اگر غلطی کو بروقت اور بر محل اصلاح کر

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

لیں تو اس کا خمیازہ سب کو نہیں بھگتنا پڑے گا۔ اسی طرح ایک دن سلمان فارسی مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ دوسرے کئی اصحاب رسول بھی تھے ان کے درمیان حسب و نسب کے متعلق گفتگو ہوئی جب سلمان فارسی کی باری آئی تو ان سے کہا گیا کہ اپنا حسب و نسب بیان کریں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے اس جلیل القدر صحابی نے بجائے اس کے کہ اپنا نسب بیان کرے کہنے لگے میرا نام سلمان فارسی ہے، میں بندگان خدا میں سے ایک کا بیٹا ہوں، گمراہی میں تھا خدا نے پیغمبر اکرم ﷺ کے وسیلے میری ہدایت فرمائی، فقیر تھا، خدا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل بے نیاز کر دیا، غلام تھا خدا نے آپ ﷺ کے ذریعہ آزادی عنایت فرمائی۔ یہی میرا حسب و نسب ہے۔ اسی دوران پیغمبر اکرم ﷺ مسجد میں وارد ہوئے سلمان فارسی نے سلسلہ گفتگو سے پیغمبر اکرم ﷺ کو آگاہ کیا تو پیغمبر اکرم ﷺ عرب نسل سے تعلق رکھنے والے ان تمام اصحاب رسول سے فرمانے لگے:

”اے قریش کے لوگو! حسب و نسب سے تمہارا کیا مطلب؟ ہر شخص کا افتخار آرمیز نسب اس کا دین ہے، اسی

طرح ہر فرد کی مردانگی اس کا اخلاق اور اس کی شخصیت کے ساتھ اس کی تلاش اور محنت ہے اور ہر شخص کی جڑ

اور بنیاد عقل ہے اور عقل سے بڑھ کر کچھ نہیں۔“ (۱۴)

یعنی ان بوسیدہ ہڈیوں پر افتخار کرنے کی بجائے دین، اخلاق، عقل، فہم اور ادراک پر انسان کو افتخار کرنا چاہئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے تعصبات کی مذمت پر مبنی یہ ارشادات اسلامی معاشرے میں ایک ہمہ گیر کردار کے حامل قرار پائے۔ مسلمان نسلی، قومی اور قبائلی تعصبات سے بالاتر ہو ایک پرچم ایک دین اور ایک رہنما کی قیادت کے سائے میں متحد ہو گئے جس کے نتیجے میں اسلام دشمن عناصر اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہو گئے۔

وحدت کے لیے ثقافتی اقدامات

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس وقت کے اسلامی معاشرے میں وحدت کے قیام کے لیے ایسی چیزوں سے بھرپور انداز میں استفادہ کیا جو کسی نہ کسی لحاظ سے ایجاد وحدت کے لیے معاون ثابت ہو سکتے تھے جن میں سے خانہ کعبہ کی عظمت اور اس کی اہمیت کو حتی الامکان اسلامی اتحاد کے لیے اہم عنصر کے طور پر استعمال کرنا بھی ہے۔ چونکہ خود اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ: خانہ کعبہ میں انسانوں کے لیے برکت کا سامان ہے۔ یقیناً اس کے برکات کسی خاص حد تک محدود نہیں جس نیک مقصد کے لیے بھی اس خانہ خدا سے استفادہ کیا جائے وہاں اس کی برکت کے جلوئے ہمارے سامنے نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے حج کے موسم میں جب تمام جزیرۃ العرب سے حجاج حج کرنے کے لیے کعبہ آتے تھے تو آپ ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بکھرے نظریات اور مختلف النوع خیالات کے حامل افراد کو ایک نظریہ اور پرچم کے سایہ تلے جمع کیا۔

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ (۱۵)

”خدا نے عزت کے گھر (یعنی) کعبہ کو لوگوں کے لیے موجب امن مقرر فرمایا ہے۔“

بیت الحرام کو موجب امن کے ساتھ عالمی اجتماعات کا مرکز قرار دیا گیا ہے کہ اس طرح مسلمان ایک نقطہ پر جمع ہو کر اپنے صلاح و فلاح کے بارے میں گفت و شنید کر سکتے ہیں اور اپنے عالمی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ حج ایک بہترین سیاسی عبادت ہے جس

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

میں اسلامی عبادت اور سیاست کا امتزاج نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔
رسول اکرم ﷺ کی یہ پالیسی اتنی کارگر رہی کہ آپ ﷺ کے دشمن کفار و مشرکین مکمل طور پر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ مراسم حج کے آغاز سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ کے پیغام اور دعوت کو بے اثر بنانے کے لیے باقاعدہ آپس میں مشاورت ہوتی تھی اور ان کے نفسیاتی حربوں کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے:

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ (۱۶)

”اور کفار کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔“

بہر حال پیغمبر اکرم ﷺ کے وحدت اسلامی کے لیے اٹھائے گئے ان اقدامات کو آج بھی اُمت اسلامی ایک احسن روش کے طور پر انتخاب کر سکتی ہے جن میں سے اہم قدم موسم حج کو اسلامی اتحاد اور سر بلندی کے طور پر استعمال کرنا بھی شامل ہے۔ جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ موسم حج میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے اسی انداز میں آج ہم بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے اور مختلف مسالک کی تقریب کی خاطر ایک دوسرے کو دعوت دینے کے عمل کا آغاز کر سکتے ہیں۔ چونکہ تمام مسالک کے درمیان منفی تکتے یہ ہے کہ ان میں ایک دوسرے کو سمجھنے کا احساس نہیں جس کی وجہ سے تمام اسلامی مسالک کے درمیان غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی جا رہی ہیں۔

کنز و طبقات کی حمایت اور نصرت

یہ بات آج بھی مختلف دانشور حضرات تسلسل کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ معاشرے میں پائی جانے والے انتشار کی ایک وجہ غربت بھی ہے جس کو کنٹرول کیے بغیر ان مسائل پر قابو پایا نہیں جاسکتا ہے۔ آج کی طرح پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں بھی غربت تھی۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ بھی تھے کہ جنہیں معاشرے میں نہ عزت میسر تھی اور نہ ہی ان کو کوئی سہارا دیتا تھا جن میں سے غلاموں کی بھی ایک کثیر تعداد تھی ان افراد کو معاشرتی دھارے میں لائے بغیر اور غربت کو کم یا ختم کیے بغیر زیادہ دیر تک معاشرے کو امن و سکون کے ساتھ چلایا نہیں جاسکتا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے معاشرتی اکائی بچانے کے لیے ان افراد کو سہارا دیا تا کہ معاشرے میں تقسیم در تقسیم کا عمل شروع نہ ہو اور انفرادی سطح سے لے کر معاشرتی سطح تک اتحاد کا فروغ ہو۔ پیغمبر اکرم ﷺ اس بات کو درک کر چکے تھے کہ جب تمام انسانوں کی بنیاد ایک ہے اور ان کے فطری احساسات بھی ایک ہیں تو یہ رنگ و نسل کی تفریق کس بات کی ہے اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ سردار اور آقا بن کے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے رہیں۔ اس کے علاوہ جس ظلم اور ستم کے ساتھ ان سے جو کام لیا جا رہا تھا اس کے مطابق انہیں جائز حق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا۔ اس عمل کو کسی رائج قانون کے ذریعے یا انہیں ڈرا دھمکا کے ختم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چونکہ یہ طرز فکر غلاموں اور آقاؤں کے دل و دماغ میں رچ بس چکا تھا کہ غلاموں کے دماغ میں یہ بات تھی کہ غلامی کی حالت میں مرنا ہے جبکہ آقا کو یہ زعم تھا کہ آقا بن کے ہی اس دنیا سے جانا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس معاشرتی تفریق کو ختم کر کے وحدت کو فروغ دینے کی خاطر حکیمانہ اقدامات اٹھاتے ہوئے ان کے دل و دماغ کو بھونڈنا شروع کیا تا کہ خود ہی اس خود ساختہ تفریق کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے فرمایا: غلام اور آقا ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور دونوں کی نسل ایک ہے اور دونوں ہی اسی مٹی سے خلق ہوئے ہیں، گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ خدا کے نزدیک بدترین لوگ انسان

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

فروشی کرنے والے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ:

”غلام تمہارے بھائی ہیں جو تمہارے بڑا اثر ہیں تم جس قسم کا کھانا کھاتے ہو ان کو بھی کھلاؤ اور جس قسم کا لباس پہنتے ہو ان کو بھی پہناؤ، سخت اور طاقت فرسا کام پہ انہیں مجبور مت کرو اور اپنے کاموں میں ان کی مدد کرو۔“ (۱۷)

اسی طرح ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جب بھی انہیں پکارو ادب کا خیال کرو انہیں میرا غلام یا کنیز مت کہو تمام مرد خدا کے بندے اتر تمام عورتیں خدا کی کنیز ہیں۔ خدا ان سب کا مالک ہی نہیں میرے بیٹے کہہ کے پکارو۔“ (۱۸)

پیغمبر اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ کو جسے حضرت خدیجہ نے انہیں دیا تھا، آزاد کر دیا اور غلاموں کے حوالے سے معاشرتی رویے کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیا اور اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب کی شادی ان سے کرادی۔ (۱۹)

ایسے سخت حالات میں کہ جب معاشرہ کئی حوالوں سے تفریق کا شکار تھا پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک طرف محروم طبقات کی حمایت کی جب کہ دوسری طرف معاشرتی تفریق کو ختم کرنے کے لیے عملی قدم اٹھایا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑا طبقہ پیغمبر اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ان کی شخصیت کا گرویدہ ہوا جس کے بعد اس وقت کے معاشرے میں ایک سیاسی اور سماجی وحدت قائم ہوئی۔

رواداری اور برداشت کو فروغ دینا

مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ہی پیغمبر اکرم ﷺ کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن میں اندرونی مسائل انتہائی حساس قسم کے تھے جہاں ایک طرف مدینہ کے یہودیوں سے انہیں ممکنہ خطرہ درپیش تھا تو دوسری طرف منافقوں کی طرف سے ممکنہ طور پر اندرونی انتشار کا خطرہ تھا۔ یہ خطرہ پہلے کی نسبت سے ایک بہت بڑا خطرہ تھا چونکہ یہودیوں کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی دورانی نہیں تھی جبکہ منافقوں کے حوالے سے لوگوں میں تفرقے کا خطرہ موجود تھا چونکہ انہوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا تھا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ دھوکہ کھا سکتے تھے۔

ان حالات میں منافقوں کے بارے میں ایک حکیمانہ پالیسی اپناتے ہوئے معاشرے میں وحدت اسلامی کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے امت اسلامی کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اندرونی طور پر کسی عدم استحکام کی روک تھام کی خاطر آپ ﷺ نے منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا جبکہ آپ ﷺ سمیت بہت سے مسلمان اس بات سے آگاہ تھے کہ اس نے کئی موارد میں مسلمانوں سے خیانت کا ارتکاب کیا تھا۔ قرآن میں بھی غزوہ بنی مصلط کے دوران عبداللہ ابن ابی کی باتوں کا تذکرہ موجود ہے:

لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ عَلَا عَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (۲۰)

”کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔“

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

مسلمانوں کو جب عبد اللہ ابن ابی کی سازش کے بارے میں معلوم ہوا تو پیغمبر اکرم ﷺ سے انہیں ٹھکانہ لگانے کی اجازت چاہی مگر اسلامی وحدت کی خاطر آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ (۲۱)

اس کے مقابلے میں بلکہ انہیں تاکید کی کہ جب تک وہ زندہ ہے ان کے ساتھ ایک دوست اور رفیق کی طرح برتاؤ کرو۔ (۲۲)

اس کے علاوہ تاریخ میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ مربع نامی ایک منافق کی کھیت سے جب پیغمبر اکرم ﷺ گزرے تو اس نے آپ ﷺ کی شان میں جسارت کی جس کے بعد اصحاب رسول نے انہیں قتل کرنا چاہا تو آپ نے برداشت اور کمال لطف کے ساتھ انہیں معاف کر دیا۔ (۲۳)

اس قسم کے بہت سے واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں جو آپ ﷺ کی رواداری اور تحمل کو نمایاں کر رہے ہیں ان واقعات سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ وحدت اسلامی کی خاطر بہت سے تلخ حوادث کو پی جاتے تھے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ روش صرف منافقوں کی حد تک نہیں تھی بلکہ آپ نے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ بھی رواداری اور بقائے باہمی کی پالیسی اپنائی تاکہ معاشرتی وحدت کو ٹھیس نہ پہنچ سکے آپ ﷺ کی اسی خصلت اور عادت کی وجہ سے خدا نے آپ کو نبی رحمت کے عنوان سے نمایاں کیا اور آپ ﷺ نے بھی اپنا تعارف اسی عنوان سے ہی کرایا: ”و جعلنی رسول الرحمة و رسول التوبة و رسول الملاحم“ اور خدا نے مجھے رسول رحمت اور مغفرت والے رسول اور نرم خور قرار دیا ہے۔ (۲۴)

وحدت اسلامی پیغمبر اکرم ﷺ کی نگاہ میں انتہائی اہمیت کے حامل ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے کئی موارد میں تاکید کرنے کے ساتھ عملی اقدام بھی کیا۔ چونکہ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ امت اسلامی کی سربلندی اور عروج کا فلسفہ وحدت اسلامی میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ نے اس وقت کے معاشرے میں وحدت اسلامی کی خاطر بہت سی کاوشیں بروئے کار لائیں جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے بہت کم عرصے میں اپنا مقام دوسروں کے سامنے نمایاں کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

آپ ﷺ نے کئی موارد میں مسلمانوں کو یہ واحد کہہ کر پکارا اور انہیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا جس کے عملی مظاہرے ہمیں مکہ میں مدینہ میں مل جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی نگاہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ دوسرا بڑا سرچشمہ ہدایت ہے۔ لہذا بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور میں اگر مسلمانوں کو انتشار اور افتراق کے ماحول سے نکل کر وحدت اور رواداری کی وادی میں قدم رکھنا ہے تو سیرت رسول ﷺ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت قرآن کریم کی طرح جاوداں ہے۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت کے زریں گوشے تروتازہ اور نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مسلمان ان موتیوں کو حکیمانہ اور مدبرانہ سوچ کے ساتھ چن لیں تاکہ انہیں عظمتِ رفتہ کی بازگشت کی نوید مل سکے۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ البلازری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، تحقیق محمد حمید اللہ، دارالمعارف مصر، ۱۹۵۹ء، ج ۱، ص ۲۷۰
- ۲۔ محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الهاشمی، الخبر، دارالافاق الجدیدة، بیروت، ۲۰۱۰ء، ص ۷۰
- ۳۔ ابن ہشام، لابی محمد عبد المالك بن ہشام، سیرة النبی، ج ۲، حدیث: ۱۲۷۲، دارالصحابہ للتراث، بطنطا، ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۳
- ۴۔ ایضاً، ص ۱۵۳
- ۵۔ شہیدی، سید جعفر، تاریخ تحلیلی اسلام، مرکز نشر دانشگاهی، تہران، ۱۳۶۲، ص ۶۷
- ۶۔ ابن ہشام، لابی محمد عبد المالك بن ہشام، سیرة النبی، ج ۲، حدیث: ۱۲۷۲، دارالصحابہ للتراث، بطنطا، ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۵ء، ص ۲۵۰
- ۷۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، مجلس ترقی ادب کلب، لاہور ۲۰۰۵ء، ص: ۳۵
- ۸۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرطبی البصری ثم الدمشقی، البدایہ والنہایہ، ج ۲، مکتبۃ المعارف، بیروت ۱۹۷۸ء، ص ۳۱۲
- ۹۔ النعمری، الدكتور اکرم ضیاء، المجتمع المدني فی عهد النبوة، المجلس العلمی احیاء التراث الاسلامی، المملكة العربیة السعودیة الجامعۃ الاسلامیة بالمدينة المنورہ، الطبعة الاولى، ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۹۸۳ء، ص: ۱۲۲ تا ۱۱۹
- ۱۰۔ سورہ حجرات، آیت: ۱۳
- ۱۱۔ الہندی، علاء الدین علی متقی بن حسام الدین، کنز العمال فی لسنن الاقوال والافعال، ج ۲، حدیث: ۴۰۲، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۹
- ۱۲۔ الکلبینی، محمد بن یعقوب، اصول الکافی، ج ۲، حدیث: ۱۵، الطبعة الاولى، دارالمعرفی، بیروت، ۱۴۲۶ھ، بمطابق ۲۰۰۵ء، ص ۱۷۲
- ۱۳۔ الترمذی، حافظ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الفتن، عن رسول اللہ، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ج ۴، حدیث: ۲۱۶، (مترجم: مولانا بدیع الزمان) نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۴۶۶
- ۱۴۔ کنز العمال، ج ۱، حدیث: ۱۰۳۱، مجولہ بالا، ص ۲۰۶
- ۱۵۔ سورہ مائدہ، آیت: ۹۷
- ۱۶۔ سورہ حجر، آیت: ۶
- ۱۷۔ ابو محمد الحسن بن علی بن الحسن الحزنی، تحف الغفول عن الرسول، موسسہ العلمی للطبوعات، بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۶ء، ص ۵۶
- ۱۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی البجستانی، سنن ابی داؤد، ج ۲، مجولہ بالا، ص ۶۴۲
- ۱۹۔ ایضاً، ص: ۶۲۵
- ۲۰۔ سورہ منافقون، آیت: ۸
- ۲۱۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۱۹، عشر موسسۃ الوفاء بیروت، الطبعة الثانية المصححة، ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۸
- ۲۲۔ ابن ہشام، سیرة النبی، مجولہ بالا، ص ۱۹۸
- ۲۳۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۵
- ۲۴۔ الصدوق، ابی جعفر محمد بن علی بن الحسن بن بابویہ قمی، معانی الاخبار، دارالمعرفة، بیروت، ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۹۹۷ء، ص: ۵۱